

34630- اللہ پر ایمان لانے کا معنی

سوال

میں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بہت فضائل سنے اور پڑھے بھی ہیں، میری آپ سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا معنی کیا ہے اس کے متعلق کچھ روشنی ڈالیں تاکہ میں اس پر عمل کر سکوں، جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے منہج کی مخالفت سے دور رکھے؟

پسندیدہ جواب

اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین جازم ہو اور اس کی ربوبیت اور الوہیت اور اسماء صفات پر بھی یقین جازم ہو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان چار امور پر مشتمل ہے، جو شخص بھی ان پر ایمان رکھے وہ پکا اور سچا اور حقیقی مومن ہے:

اول: اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقل اور فطرۃ بھی دلالت کرتی ہے چہ جائے کہ اس کے وجود پر شرعی دلائل بہت زیادہ ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی موجودگی پر فطرتی دلیل: ہر مخلوق فطرتی طور پر اپنے بغیر کسی سوچ یا تعلیم کے اپنے خالق پر ایمان رکھتی ہے، اور اس فطرت کے مقتضی سے اسے کوئی بھی علیحدہ نہیں کر سکتا لیکن جس کے دل پر کوئی ایسی چیز آجائے جو اسے اس سے دور کر دے۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین یا تو اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا پھر عیسائی یا مجوسی" صحیح بخاری حدیث نمبر (1358) صحیح مسلم حدیث نمبر (2658)۔

2- اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقلی دلیل یہ ہے کہ: یہ ساری مخلوق جو پہلے تھی اور آنے والے ہے اس کا ضرور کوئی خالق ہے، جس نے اسے مخلوق کو عدم سے وجود دیا، کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ مخلوق اپنے نفس کی خود موجود ہو۔

اس مخلوق کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اپنے آپ نفس کو خود ہی وجود میں لے آئے کیونکہ کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ ممکن ہے، کیونکہ اس کے وجود سے قبل وہ معدوم اور تھی ہی نہیں تو پھر وہ خالق کیسے ہو سکتی ہے؟!

اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ حادثاتی طور پر ہو، کیونکہ ہر حادث کا کوئی محدث ہونا ضروری ہے، اور اس لئے کہ اس بدیع اور محکم نظام میں اس کا موجود ہونا اسباب اور مسبب میں ربط ہے، اور کائنات کا بعض کے ساتھ بعض کا ربط اور تعلق اس میں قطعی مانع ہے کہ یہ حادثاتی طور پر وجود میں آیا ہو کیونکہ اس کا وجود اصلاً نظام میں ہے ہی نہیں تو پھر یہ باقی رہنے کی صورت میں منظم کیسے ہو سکتا ہے؟

لہذا جب نہ تو یہ ممکن ہے کہ یہ مخلوقات اپنے نفس کو خود وجود دے سکتی ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ حادثاتی طور پر بھی وجود میں نہیں آئیں تو پھر اس کا تعین ہوا کہ اس کا کوئی موجد ہے اور وہ اللہ رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ عقلی دلیل اور قطعی برہان سورہ طور میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ الطور (35).

یعنی وہ بغیر کسی خالق کے پیدا نہیں ہوئے، اور نہ ہی انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے تو یہ تعین ہو گیا کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ ہی ہے۔

اور اسی لئے جب جبیر بن مطعم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور جب وہ اس آیت پر پہنچے :

﴿کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے) والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے ہی آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں، یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان خزانوں کے دار و خزائن ہیں؟﴾ الطور (35-37)

اور جبیر اس وقت مشرک ہونے کے باوجود کہنے لگے : میرا دل نکل کر اڑنے لگا اور یہ میرے دل میں ایمان کی سب سے پہلی کرن تھی۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقام پر بیان کیا ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں :

اگر کوئی شخص آپ کو ایک ہنترہ محل کی کے متعلق بتائے جسے باغات نے گھیر رکھا اور اس کے درمیان نہریں جاریں ہوں اور وہ محل قالینوں اور پلنگوں سے بھرا ہوا ہو اور کئی قسم کی زینت والی اشیاء سے مزین کیا گیا ہو تو وہ شخص کہے کہ یہ محل اور اس میں جو کچھ ہے اس نے اپنے آپ کو خود بنایا ہے یا یہ حادثاتی طور پر بغیر کسی موجود کے ہی بن گیا، تو آپ فوراً انکار کریں گے اور اسے جھوٹا اور کذاب قرار دیں گے اور اس کی اس بات کو بے وقوفی قرار دینگے۔

تو کیا اس کے بعد اس وسیع آسمان و زمین اور یہ سارا فلک جو ظاہر اور محکم اور مضبوط ہے اس نے کیا اپنے آپ کو خود وجود دیا ہے یا یہ سب کچھ حادثاتی طور پر بغیر کسی موجد کے ہی بن گیا ہے؟

اور اس دلیل کو تو ایک صحراء میں رہنے والا خانہ بدوش سمجھ گیا اور اس نے اسے اپنے اسلوب میں بیان کیا، جب کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟

تو اس خانہ بدوش کا جواب تھا : اونٹ کی میٹھی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور پاؤں کے نشانات چلنے کی دلیل ہیں، تو برجوں والا آسمان اور راستوں والی زمین اور موجوں والے سمندر کیا یہ سننے اور دیکھنے والے پر دلالت نہیں کرتے؟!!

دوم : اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان :

یعنی یہ ایمان رکھنا کہ وہ رب اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی معین و مددگار ہے۔

اور رب وہ ہے جس کی مخلوق، اور بادشاہی ہو اور وہ مدبر ہو اور تدبیر اسی کی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ خالق کوئی نہیں اور نہ ہی اللہ کے سوال کوئی مالک ہے اور امور کی تدبیر کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے :

۔ (یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا)۔ الاعراف (54)

اور ایک مقام پر اس طرح فرمایا :

۔ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار کرتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہیں کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے)۔ یونس (31)۔

اور ایک مقام پر فرمایا :

۔ (وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ اسی کی طرف چڑھ جاتا ہے)۔ السجدة (5)۔

اور ایک مقام پر ارشاد باری ہے :

۔ (یہی ہے اللہ تم سب کو پالنے والا اسی کی سلطنت ہے، اور جن کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گھٹلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں)۔ فاطر (13)۔

اور سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وہ جزا کے دن کا مالک ہے)۔ الفاتحہ (4) پر غور کریں اور متواتر قرأت میں ملک یوم الدین بھی آیا ہے کہ وہ یوم جزا کا بادشاہ ہے، اور جب ان دونوں قرأتوں کو جمع کریں تو بدیع معنی ظاہر ہوگا، لہذا ملک سلطہ و قوت میں مالک سے زیادہ بلیغ معنی ہے لیکن بعض اوقات بادشاہ صرف نام کا ہی بادشاہ ہوتا ہے نہ کہ تصرف کا، یعنی وہ کسی چیز میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا، تو اس وقت ملک تو ہے لیکن مالک نہیں اور جب یہ دونوں جمع ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے اور بادشاہ بھی تو یہ تدبیر اور ملک سے یہ معاملہ پورا ہو گیا۔

سوم : اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان :

یعنی وہ معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور اللہ مالوہ یعنی معبود کے معنی میں ہے محبت اور تعظیم میں، اور لا الہ الا اللہ کا بھی یہی معنی ہے : یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

۔ (اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن بھی اور رحیم بھی)۔ البقرۃ (163)۔

اور ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا :

۔ (اللہ تعالیٰ، فرشتے، اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت

کے لائق نہیں)۔ آل عمران (18)

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کے علاوہ جس کو بھی اللہ اور معبود بنایا جائے اور اس کی عبادت کی جائے تو اس کی الوہی باطل ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے :

۔ (یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بلندی والا اور کبریائی والا ہے)۔ الحج (62)

اور انہیں معبود اور الہ کا نام دینے سے انہیں الوہیت کا حق حاصل نہیں ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے (لات اور عزی اور منات) کے بارہ میں فرمایا:

۔ (یہ تو سوائے ناموں کے کچھ نہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری)۔ النجم (23)۔

اور اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے قیدی ساتھیوں سے کہا:

{اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کنی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟}

اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی {یوسف (40)}

لہذا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے گی اس کے علاوہ کسی کی نہیں، اور اس حق میں کوئی ایک بھی شریک نہیں ہو سکتا، نہ تو کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی کو مبعوث کردہ رسول اور نبی، اسی لیے سب انبیاء کرام کی دعوت اول سے لیکر آخر تک یہی تھی کہ لا الہ الا اللہ اللہ تعالیٰ کی علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

۔ (اور آپ سے قبل جو نبی بھی ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہذا میری ہی عبادت کرو)۔ الانبیاء (25)

اور ایک مقام پر فرمایا:

۔ (ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو)۔ النحل (36)

لیکن ان مشرکوں نے اس کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی ایک کوالہ بنایا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کرنے لگے اور ان سے مدد و استغاثہ مانگنے لگے۔

چہارم: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات پر ایمان:

یعنی: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنی کتاب عزیز میں اپنے لیے ثابت کیا ہے اور سنت نبویہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو اسماء و صفات بیان کیے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی شایان بغیر کسی تحریف اور اور تمثیل اور بغیر کوئی کیفیت بیان کیے اور اس کی تاویل اور انہیں معطل کیے بغیر ان پر ایمان رکھنا اور انہیں ثابت کرنا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

۔ (اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی اچھے نام ہیں تم اسے انہیں ناموں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو عنقریب انہیں ان کے اعمال کی سزا دی

جائے گی)۔ الاعراف (180)

لہذا یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کے اثبات کی دلیل ہے اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۔ (اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا اور حکمت والا ہے)۔ الروم (27)۔

اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کے اثبات کی دلیل ہے، کیونکہ امثل الاعلیٰ یعنی کامل اور اکمل وصف ہے، تو دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور بلند صفات کو عمومی طور پر ثابت کرتی ہیں، اور کتاب و سنت میں اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے۔

اور یہ باب بھی علم کے ابواب میں سے ایک باب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں امت کے اکثر افراد کے مابین اختلاف پایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے متعلق امت کئی ایک فرقوں میں بٹ گئی ہے۔

اور اس اختلاف میں ہمارا موقف وہی ہے جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے :

فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿لَهَذَا اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹناؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو﴾۔ النساء (59).

لہذا ہم یہ تنازع اور اختلاف اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پیش کرتے ہیں اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام کی ان آیات اور احادیث میں فہم اور سمجھ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں، کیونکہ وہ امت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

(تم میں جو کوئی بھی کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ فوت شدگان کے طریقہ پر چلے کیونکہ زندہ شخص سے فتنہ کا ڈر رہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس امت کے سب سے نیک دل اور علمی گہرائی رکھنے والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے وہ ایسی قوم تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا دین پھیلانے کے لیے اور اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن رکھا تھا لہذا ان کے حق کو پہچان کرو اور ان کے طریقہ پر چلو کیونکہ وہ صراط مستقیم پر تھے)۔

اور اس مسئلہ میں جو کوئی بھی امت کے سلف کے طریقہ سے بٹا اس نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا، اور اس نے مومنوں کے علاوہ دوسرے راستے کی پیروی کی اور مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ میں جو وعید ہے اس کا مستحق ٹھہرا :

فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیتے ہیں ہر مرد و ہر عورت متوجہ ہو اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور پہنچنے والی یہ بہت بری جگہ ہے﴾۔ النساء (115)

اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ ایمان اس طرح کا ہونا چاہئے جس طرح کا ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام لائے تھے اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو پھر وہ ہدایت یافتہ ہیں﴾۔ البقرة (137).

لہذا جو بھی سلف کے طریقہ سے بٹا اور دور ہوا تو اس کی ہدایت میں مقدار سے نقص پیدا ہوا جتنا وہ سلف کے راستے سے دور ہوا۔

تو اس بنا پر اس مسئلہ اور باب میں یہ واجب اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے لیے ثابت کیا ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو اسماء و صفات ثابت کیے ہیں وہ ثابت کیے جائیں اور کتاب و سنت کی نصوص کو اس میں ظاہر پر ہی رہنے دیں، اور ان پر اس طرح ایمان لائیں جس طرح صحابہ کرام ایمان رکھتے تھے، امت میں سب سے افضل اور زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

لیکن یہ جاننا بھی ضروری اور واجب ہے کہ یہاں چار ممنوعات یا مخذورات ہیں جو کوئی بھی ان میں پڑ گیا اس کا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر اس طرح ایمان نہیں جس طرح ایمان لانا واجب ہے، اور جب تک یہ ممنوعات یا مخذورات سے بچا نہ جائے اور ان کی نفی نہ ہو اس وقت تک اسماء و صفات پر ایمان صحیح نہیں ہوتا وہ چار مخذورات یہ ہیں:

تحریف، تعطیل، تمثیل، اور تکلیف:

اسی لیے ہم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر ایمان کے معنی میں کہا تھا اسماء و صفات پر ایمان یہ ہے کہ:

(اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے لیے اسماء و صفات ثابت کیے ہیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے ان پر اس طرح ایمان لانا جو اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے بغیر کسی تحریف اور کیفیت اور مثال بیان کیے اور نہ ہی انہیں معطل کیا جائے)

ذیل میں ہم ان چاروں مخذورات کا بیان کرتے ہیں:

1- تحریف:

اس سے کتاب و سنت کی نصوص کے معانی کو بدلنا مراد ہے کہ انہیں اس حقیقی معنی سے جس پر یہ نصوص دلالت کرتی ہیں بدل کر کسی دوسرے معنی میں لے جانا، کہ ان اسماء اور صفات کو کسی اور معنی میں بیان کرنا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ: تحریف کرنے والوں نے یہ ہاتھ جو کہ بہت سی نصوص سے ثابت ہے کو ہاتھ کے معنی سے بدل کر اسے نعمت اور قدرت کے معنی میں لیا ہے۔

2-1- تعطیل:

تعطیل سے مراد اللہ تعالیٰ سے اس کے سب اسماء حسنی اور بلند صفات کی نفی یا اس میں سے کچھ کی نفی ہے۔

لہذا جس نے بھی اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی اسم یا صفت کی نفی کی جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں اس کا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات پر ایمان صحیح نہیں۔

3-1- تمثیل:

یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے مثال دینا، مثلاً یہ کہنا کہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی مثل ہے، یا اللہ تعالیٰ مخلوق کی مثل سنتا ہے، یا اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح انسان کرسی پر مستوی ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری صفات میں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس کی مخلوق کی صفات کے ساتھ ملانا اور تشبیہ دینا ایک برائی اور باطل کام ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

۔(اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے)۔ الشوری (11)

4-التکویف :

یعنی کیفیت بیان کرنی : یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت اور حقیقت کی تحدید کرنا، انسان اپنے دل کے انداز سے یا زبان کے ساتھ قول سے اللہ تعالیٰ کی صفت کی کیفیت کی تحدید کرے۔ اور یہ قطعی طور پر باطل ہے، اور کسی بشر کے لیے اس کا جاننا ممکن ہی نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :

۔(اور اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتے)۔ طہ (110)۔

لہذا جس نے بھی یہ چاروں امور مکمل کر لیے اور ان سے دور رہا تو اس کا ایمان صحیح اور مکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر موت دے۔ دیکھیں : رسالہ شرح اصول الایمان تالیف شیخ ابن عثیمین

واللہ اعلم۔